Lesson 10: Al-Maidah (Ayaat 105 - 120): Day 34 سُوْرَةُ المَآئدة کی تفسیر

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا اگلا منظر ہمارے لئے بہت دِل سوز ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ کھڑے ہیں اور اُن کے سامنے اُن کی زندگی کے مختلف واقعات رکھے جارہے ہیں۔ عیسیٰؑ عیسائیت کے مختلف عقائد کی جواب دہی کر رہے ہیں۔

اے عیسیٰؑ مریم کے بیٹے کیا تم نے اِن کو (عیسائیوں کو) کہا تھا؟

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب زیبا دیتا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو تجھ کو معلوم ہو گا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا بے شک تو غیب کا علم جاننے والا ہے ﴿۱۱۶﴾

آپ سوچیں ذرا اگر کسی کا بچہ چوری کرے یا کوئی غلط کام کرے اور ماں سے سوال کیا جائے کیا تم نے اس کو یہ کرنے کے لئے کہا تھا؟ تو ماں کی کیا حالت ہو گی؟

یا وہ لوگ جو انبیا کرامؑ کی محبت مین اُن کو حد سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں اور اُن کو اللہ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں اُن کی کیا حالت ہو گی؟ وہ نہ صرف خود اللہ کی پکڑ میں ہونگے بلکہ اپنے نبیوںؑ کو رسوا کرنے کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

عیسیٰؑ کا انتہائی اَدب والا انداز ہے۔ "با اَدب بانصیب۔ بے ادب بے نصیب"

اپنا محاسبہ کریں۔ ہم کس طرح جواب دیتے ہیں؟

عیسیٰؑ کا خوبصورت انداز سے جواب کہ یا اللہ میں ایسے کیسے کہہ سکتا ہوں۔ یہ میرے کہنے کے لائق بات نہیں ہے۔ تو پاک ہے۔ تو سب جانتا ہے۔ اسی لئے انبیاءؑ اُن کا درجہ بلند تھا کہ وہ قوموں کے بہترین لوگ تھے۔ اُن کے انداز سے شخصیت کا پتا چلتا ہے۔

کئی لوگوں کے لکھنے کے انداز سے اُن کی شخصیت کا پتا چل جاتا ہے۔

(اُستاذہ صاحبہ کہتی ہیں کہ اُن کو انگریزی میں کہا ہوُا 'YOU' اپنے بڑوں اور اپنے اُستادوں کو بلانے کے لئے مناسب نہیں لگتا۔ اور وہ انگریزی لکھتے ہوئے بھی شعوری طور پر کوشش کرتی ہیں کہ اپنے سے بڑوں یا اُستادوں کو لکھتے وقت لفظ "آپ" لکھیں۔)

دُعا کریں کہ قرآن پڑھتے ہوئے ہم اَداب اور اخلاق بھی سیکھ لیں۔ ہمارے حال حلیے اور گفتگو سے پتا چلے کہ ہم مسلمان طالب علم ہیں۔ بات کرنے کا سلیقہ بھی سیکھیں۔ لوگوں سے اُن کے مرتبے کے مطابق بات کریں۔ تمیز اور اَدب سیکھیں۔ ہمارے رویے سے ہمارا اچھا اخلاق نظر آنا چاہئیے۔

اِس کو انگریزی میں کہتے ہیں؛

Your attitude determines your altitude

دوسرا اَدب دیکھیں۔ کہ یااللہ اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو ضرور پتا ہوتا۔اس طرح عیسیٰؑ نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔ یااللہ آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ آپ کو غیب کا بھی علم ہے۔مجھے تو معلوم نہیں ہے۔

پھر اپنی صفائی پیش کر دی۔ میں نے صرف اُتنی بات کی جتنی کا آپ نے حکم دیا تھا۔یعنی اللہ کی بات انبیاءؑ کے لئے حکم تھی۔

عیسیٰؑ نے اللہ کے ساتھ بات بڑھا کر ادب سے اور تفصیل سے بات کی۔ سادہ سا جواب یہ ہو سکتا تھا کہ میں نے نہیں کہا۔ لیکن کتنی تفصیل ملتی ہے؛وہ کہیں گے

1. کہ تو پاک ہے
2. مجھے کب زیبا دیتا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں
3. اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو تجھ کو معلوم ہو گا
4. (کیونکہ)جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے
5. اور جو تیرے ضمیر میں (پاس بات) ہے اسے میں نہیں جانتا
6. بے شک تو غیب کا علم جاننے والا ہے

ہم جب نماز اور قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ سے باتیں کرتے ہیں۔ ہمارا انداز کیسا ہوتا ہے؟ اللہ سے بات بڑھا کر پیار اور اَدب والا انداز یا جان چھڑانے والا انداز؟

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے﴿١١٧﴾

پھر عیسیٰؑ بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے وہ اللہ سے بات کرتے رہنا چاہتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے تو وہی کہا جس کا اللہ تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ جس تبلیغ پر میں مامور اور مقرر تھا میں نے تو وہی تبلیغ کی تھی۔

یہاں سے 'تَوَفَّيْتَنِي' مُراد ہے کو تو نے مجھے اُٹھا لیا تھا۔ یا اللہ تجھے تو سب علم ہے۔ فوت ہونے کے تین معنی ہیں یہاں اس سے مُراد اِس دنیا سے جانے کا ہے۔ یعنی اللہ تو غیب کا علم جانتا ہے۔

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے﴿١١٨﴾

یوں لگتا ہے کہ اپنی بات کی وضاحت کر کے پھر پیارے انداز سے سفارش بھی کر دیتے ہیں۔ شکایت نہیں بلکہ سفارش اور محبت نظر آ رہی ہے۔ نبیوںؑ کے حوصلے دیکھیں کتنے بلند ہیں۔ پھر بھی خیر خواہی کا انداز ہے۔

مثال جیسے ایک ماں بچے کی شکایت سُن کر کہتی ہے آپ کا ہی بچہ ہے سزا دینی ہے تو دے لیں۔ لیکن اندر سے ڈر رہی ہوتی ہے اور چاہتی ہے کہ آپ اُس کے بچے کو معاف ہی کر دیں۔

اپنا محاسبہ کریں کیا آپ دوسروں کے لئے دعائیں کرتے ہیں یا بد دعائیں دینے لگتے ہیں؟

ایک دِن دیکھا کہ کچھ مشنری دھمال ڈال ڈال کر کہہ رہے تھے 'I love Jesus' ۔ ہر ایک کا اپنے آپ کو خوش کرنے کا اپنا انداز ہے۔

ہم وہی طریقہ اپنائیں گے جو ہمیں قرآن و سنّت سے ملتا ہے۔

پھر عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ یا اللہ تو ہر بات پر قادر ہے۔

بات تو خوبصورت ہے لیکن بہت سارے لوگ یہ بات سُن کر عمل سے دُور ہو گئے۔ کہ نبیؐ کی سفارش ہمارے لئے کافی ہو گی۔

حدیثؐ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے میرے رب میری امت! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، جبرائیل علیہ السلام آئے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی امت کے لیے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا"

جاؤ کہہ دو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل رنجیدہ نہ ہوں گے "۔(صحیح مسلم:202)

اللہ ظلم نہیں کرے گا۔ لیکن آپ خود سوچ لیں کیا نبیؑ یہ کہیں گے کہ یااللہ یہ ظالم ہے، لوگوں کے حقوق مارتا تھا، اسے معاف کر دو، یااللہ اس نے قتل کیے اسے معاف کر دو، یااللہ اس نے سود کھایا اسے معاف کر دو۔ یااللہ یہ شرابی اور زانی ہے۔ اسے معاف کر دو۔ آپ خود سوچ لیں۔ وہ کیسا وقت ہو گا جب نبیؐ کہہ دیں گے میرا اللہ کے نافرمانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ اللہ کی حدود توڑنے والوں کی سفارش نہ کرینگے۔

کیا اللہ کے نبیؑ ایسے لوگوں سے بیزار تو نہیں ہوں گے؟

سورۃ کی آخری آیات؛ سورۃ کا خلاصہ:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

خدا فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ابد الآباد ان میں بستے رہیں گے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں یہ بڑی کامیابی ہے﴿۱۱۹﴾

اَب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبیوںؑ کی تعریفیں کرنا یا اُن کے نام کی نعتیں پڑھنا ہی فائدہ نہیں دے گا۔

صرف کلمہ پڑھ کر کہنا کہ ہم مسلمان ہیں سے جنت نہیں ملے گی۔ اُس دِن سچائی کام آئے گی۔ راست بازی کام آئے گی۔

سچ تین طرح کا ہوتا ہے؛ زبان پر سچ آنے سے پہلے دِل میں سچ ہوتا ہے۔ پھر وہ زبان پر آتا ہے۔ اور پھر عمل کا سچ ظاہر ہوتا ہے۔

1. دِل کا سچ۔ صرف اللہ کا حاکم ماننے۔ کسی اور سے محبت اور کسی اور کا ڈر نہ ہو۔ تصدیقٌ بالقلب
2. زبان کا سچ: شہادتِ حق کی گواہی۔ مسلمان ہونے کا اقرار۔ اقرارٌ باللسان۔
3. عمل کا سچ: ہمارے عمل سے نظر آئے گا کہ ہم مسلم اور فرمانبردار ہیں۔ عمل بالجوارح۔

ایمان کے درجے: اقرارٌ باللسان اور تصدیقٌ بالقلب۔

جس کا دِل سچا ہو اُس کا عمل بھی صحیح ہو جاتا ہے۔

ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ جس دِن مواحدوں کو اُن کی توحید فائدہ دے گی۔ اللہ کو ایک ماننا اُن کو فائدہ دے گا۔

اپنی زندگی کو دیکھ لیں؟ اپنا محاسبہ کریں۔

منافق کی تین علامتیں۔ اُن میں سے ایک ہے کہ جھوٹ بولتا ہے۔ قول اور فعل کا تضاد نظر آئے گا۔

صرف سچا ہونا کام نہیں آئے گا۔ عمل سے ظاہر ہونا لازمی ہے۔

یعنی ہمیشہ کی زندگی ملے گی۔ جنّت کی سب سے بڑی نعمت کہ اللہ کی رضا مل جائے گی۔ وہ اللہ سے راضی ہو جائینگے۔

یہ اللہ کی رضا کیا ہوتی ہے؟ غور سے سُننے کی بات ہے۔

دُنیا میں نیکی کے مواقع کا ملنا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ اُس بندے سے راضی ہو گیا۔ اللہ نیکیوں کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ پھر اُس انسان کے پاس نیکیاں جمع ہوتی ہیں اور آخرت میں اللہ وہ قبول کر لے گا۔ انشاءاللہ۔

مثال: شوہر جس بیوی سے ناراض ہو اُس کا پکا ہوُا کھانا نہیں کھاتا۔ ہم جس سے ناراض ہوتے ہیں اُس کے تحفے قبول کرتے ہیں؟

جس سے اللہ ناراض ہو گا اُس کے اعمال قبول نہیں ہوں گے۔ اللہ کو ایسے بندے کے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

جو خلوص، محبت اور شوق سے نیک کام کرے گا اللہ اُس کے اعمال قبول کرے گا۔ اور اللہ سے محبت بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بندہ کے اُس درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اُس کی روح کہتی ہے۔

سورۃ الفجر میں آتا ہے؛ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾ اے اطمینان پانے والی روح! ﴿۲۷﴾ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ﴿۲۸﴾ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا ﴿۲۹﴾ اور میری بہشت میں داخل ہو جا ﴿۳۰﴾

جب بندہ اللہ سے راضی ہوتا ہے تو " رضیت باللہ ربا، "کی صورت ہوتی ہے۔

انسان اپنی تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔ اللہ نے دیا الحمدُللہ، اللہ نے نہیں دیا تو اللہ کی حکمت۔ میں اپنی خوشی سے اپنے ربّ کی بات مانوں۔

دوسری طرف دیکھ لیں کہ جب کسی نیکی کا موقع ضائع ہو جائے تو اپنا محاسبہ کریں کہ میں نے کوئی غلطی کی ہے؟ مجھ سے کیا گناہ ہوُا ہے؟ مجھ سے یہ توفیق کیوں چھن گئی ہے؟ کیا میرا اللہ تو مجھ سے ناراض نہیں ہے؟

آج جو اپنے ربّ سے راضی ہیں ان کی یہ دُنیا بھی جنّت ہے۔ اور اگر ہم خوش نہیں ہیں تو دوسروں کو بھی تنگ کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو بدل کر دیکھیں۔ آپ کو سب کچھ اچھا لگنے لگے گا۔

ہماری نمازیں کیسی ہیں؟ ہم نیکی کے کام سے دُور ہونے لگتے ہیں۔ ہم قرآن سے دُور ہو جاتے ہیں۔

جب بندہ اللہ سے راضی ہوتا ہے؟

- اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو جاتا ہے۔ تقدیر پر راضی ہوتا ہے۔ غم اور دُکھ میں راضی رہتا ہے۔
- اللہ کے احکام کو خوشی سے مان لیتا ہے۔
- پسند ناپسند اللہ سے ملنے لگتی ہے۔ جو اللہ کو پسند وہ مجھے پسند ہے۔
- جنّت میں سو درجات ہونگے۔ ہر جنّتی یہی سوچے گا کہ میں بہترین درجے میں ہوں۔
- اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھیں۔ اپنی شکل، خاندان، مال و دولت پر راضی ہو جائیں۔
- جو دنیا میں راضی ہونگے وہ انشاء اللہ آخرت میں بھی خوش ہونگے۔

- خوش خوش رہیں۔ اللہ ی کی ہر ہر نعمت پر شکر گزاری کریں۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان (دونوں) میں ہے سب پر خدا ہی کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۲۰﴾

کائنات کو دیکھیں۔ ہر چیز کا مالک، میرا ربّ مجھے پکار رہا ہے۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو جائیں۔

خاموشی سے بیٹھ کر سوچیں۔ ہم نے کیا پایا۔ دین اسلام کی طرف آکر آپ کو کیا ملا؟

دنیا چھوڑ کر دُنیا اور آخرت دونوں مل گئی۔ جو قرآن کی قدر نہیں کرتا، قرآن سرکش اونٹ کی طرح رسی توڑ کر اُس کے سینے سے نکل جاتا ہے۔

قرآن کے علم کی قدر کریں اور اس پر عمل کریں۔ سورۃ مائدہ سب سے زیادہ احکامات والی سورت ہے۔ اس میں ایمان والوں کو پکار کر بُلابُلا کر نصیحت اور احکام دیئے گئے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ ہم عمل کرنے والے بن جائیں۔ آمین

حدیث کا خلاصہ: اعلانیہ اور اچھی طرح نماز پڑھنے والے کو سچا بندہ کہا گیا۔ اُس کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی میرا سچا بندہ ہے۔